ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

قرۃالعین حیدر کے ناول "آگ کا دریا" میں فلیش بیک کی تکنیک کا تنقیدی مطالعہ

A Critical Study of the Flashback Technique in Qurratulain Hyder's Novel "Aag Ka Darya"

نسرین اختر

پی ایچ ڈی اسکالر اردو الحمد اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کیمپس

ڈاکٹر جابر حسین

ایسوسی ایٹ پروفیسر اردو الحمد اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کیمپس

Abstract: This article critically examines the use of the **flashback technique in Qurratulain Hyder's celebrated Urdu novel** ***Aag Ka Darya*** (*River of Fire*). Flashback is an important narrative device through which past events, memories, historical experiences, and psychological states are brought into the present narrative. In *Aag Ka Darya*, however, Hyder employs this technique in a much broader and more sophisticated manner than merely recalling earlier events. The novel moves repeatedly between different historical periods, linking ancient India with the Mughal era, British colonial rule, the Partition of India, and the modern period. Through this non-linear treatment of time, the author establishes a strong relationship between individual memory, collective history, cultural identity, and the continuity of civilization. The study explores how flashback contributes to the development of characters such as Gautam, Champa, Kamaluddin, and Cyril by revealing their personal histories, emotional experiences, intellectual conflicts, and social backgrounds. It also analyzes the interaction between flashback and the **stream-of-consciousness technique**, through which memories emerge from characters' thoughts, emotions, conversations, places, objects, and historical associations. The study argues that the repeated return to the past enables Hyder to present history not as a closed or forgotten period but as a living force that continues to shape the present. At the same time, the technique enriches the novel's depiction of cultural transformation, political change, migration, loss, and the search for identity. Thus, flashback in *Aag Ka Darya* functions not merely as a structural or narrative device but as a significant **historical, psychological, philosophical, and cultural strategy**. It enables Qurratulain Hyder to challenge linear notions of time and portray human experience as a continuous interaction between past, present, and future.

Keywords: Qurratulain Hyder; *Aag Ka Darya*; Flashback Technique; Narrative Technique; Stream of Consciousness; Non-linear Narrative; Memory; History; Cultural Identity; Time; Partition; Urdu Novel; Historical Consciousness; Psychology.

فلیش بیک کی تکنیک افسانوی ادب میں گزرے ہوئے لمحے میں واپس جانے کے لیے استعمال کی جاتی ہے۔ فلیش بیک کی تکنیک کسی لمحے کو دوبارہ زندہ کرنے، موجودہ صورتحال کو زیادہ واضح طور پر پیش کرنے اور موضوعی لمحات کو نشان زد کرنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ فلیش بیک کی تکنیک میموری یعنی یاداشت اور تاریخ کی نمائندگی بھی کرتی ہے اور آخر کار یہ شخصی سچائی کی نمائندہ بھی ہے۔ فنکار اپنی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

کے لیے اور فن پارہ کی تخلیق کرنے کے لیے جو عملی طریقۂ کار اختیار کرتا ہے اس کو تکنیک کا نام دیا جاتا ہے۔ جیسا کہ معمار جب کسی شے کے مواد، ساخت اور اندازِ تعمیر کے بارے میں غور کرتا ہے تو اس سانچے کو ہم تکنیک کا نام دیتے ہیں۔ ڈاکٹر منور حسن لکھتے ہیں کہ :

> ہر دور کے ادب میں اس دور کی سیاسی، سماجی اور معاشرتی حالات کی تصویر نظر آتی ہے۔ یہ تصویر صرف فکری سطح پر ہی نظر نہیں آتی بلکہ پیش کش کے انداز میں بھی واضح طور پر دیکھی جا سکتی ہے۔ ناول ہو چاہے افسانہ مصنف تکنیک کے بغیر قاری تک اپنی بات پہنچانے میں اتنا کامیاب نہیں ہوتا۔[1]

ادب میں جدید موضوعات کو بیان کرنے کا انداز بھی جدید ہے۔ موضوعات کے انداز بیان کو تکنیک کا نام دیں گے۔ مصنفین الگ الگ موضوعات اور خیالات رکھتے ہیں اور اس وجہ سے وہ الگ الگ انداز بیان استعمال کرتے ہوئے مختلف تکنیکوں کو اختیار کرتے ہیں۔ ان ہی تکنیکوں میں بیانہ کی ایک اہم تکنیک فلیش بیک کی تکنیک جو مؤثر تکنیک ہونے کے ساتھ ساتھ ادب پر منفرد اور نمایاں اثرات چھوڑتی ہے۔ ادیب اس تکنیک کو شعوری اور غیر شعوری انداز میں اپنی تحریروں کا حصہ بناتے ہیں جس سے ماضی کے واقعات کو مؤثر انداز میں پیش کیا جاتا ہے۔ اصطلاحی معانی کو دیکھا جائے تو اصل صورتحال سے واپس ماضی میں جانا ہی فلیش بیک ہے۔ جس میں ناول نگار، افسانہ نگار، اصل صورتحال سے واپس ماضی میں جاتے ہیں۔

> فلیش بیک کی تکنیک میں راوی خود کرداروں کے ذریعے ماضی میں جاتا ہے اور ناول میں ماضی کو مختلف حوالہ جات سے یاد کیا جاتا ہے۔ جیسا کہ ماضی ہمارے خون میں شامل ہے اور ہمارے شعور کا حصہ بھی ہے۔[2]

فلیش بیک طویل اور مختصر بھی ہو سکتے ہیں۔ ایسی کہانی جس کے کردار اپنا ماضی اس طرح بیان کریں کہ وہ پوری کہانی ہی سنا دیں تو ہم ان کہانیوں کو فلیش بیک کی تکنیک میں بیان کی گئی کہانیاں کہیں گے۔ فلیش بیک ایک ایسا منظر ہوتا ہے جو ماضی میں رونما ہونے والے واقعات سے قاری کو واقفیت دیتا ہے۔ فلیش بیک نظروں سے اوجھل تصاویر کو منظر عام پر لاتا ہے کیونکہ اوجھل تصاویر کا موجودہ حالات پر گہرا اثر ہوتا ہے اسی وجہ سے فلیش بیک کردار کے جذباتی فیصلوں کے متعلق آگاہی فراہم کرتا ہے جو اس کے ساتھ ماضی میں کہیں رونما ہونے والے واقعات کی وجہ سے کیے جا چکے ہوتے ہیں۔ ان جذباتی فیصلوں کے اثرات موجودہ زمانے میں بھی پائے جاتے ہیں۔ پس موجودہ زمانے کے لمحات کو قلمبند کرنے سے پہلے گزرے لمحات کو منظر عام پر لانا فلیش بیک کی تکنیک کے ذریعے ممکن ہوتا ہے۔ علی عباس حسینی اپنی کتاب "اردو ناول کی تاریخ و تنقید" میں لکھتے ہیں کہ :

> "فلیش بیک زمانے کے خیالات، قوانین، طور طریقے، رسم و رواج، مذہب و ملت، تنفر و رجحان کی اتنی سچی تصویریں پیش کرتا ہے کہ مستقبل کے مورخ کی نظروں میں اس نسل کی زندگی مستفر ہو جاتی ہے اور وہ اس کی مدد سے اس عہد کو اچھی طرح سمجھ جاتا ہے۔"[3]

ادب حالات اور انسانی سوچ کی عکاسی کرتا ہے ادب انسان پر بیتے لمحوں کو زبان دیتا ہے۔ ماحول کی تبدیلیاں مثبت انداز میں ہوں یا منفی ان تبدیلیوں کے اظہار کے لیے پہلے انسانی ذہن ہی کام کرتا ہے پھر ان خیالات کو قلم کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔ ہم فلیش بیک کی تکنیک کے ذریعے کسی بھی عہد تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔

قرۃ العین حیدر ۲۰ جنوری ۱۹۲۶ء کو علی گڑھ میں پیدا ہوئیں یہ اپنی صدی کی عظیم ناول نگار ہونے کے ساتھ ساتھ اردو ادب کی ایک نمایاں شخصیت بھی ہیں۔ ان کے والد بھی اردو کے معروف افسانہ نگاروں میں شمار ہوتا ہے۔ قرۃ العین حیدر نے اپنی تعلیم گورنمنٹ اسکول آف آرٹس لکھنؤ اور بعد ازاں ہیڈ

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

میز اسکول آف آرٹس لندن سے مکمل کی۔ ۱۹۸۲ء سے ۱۹۸۴ء تک وہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے شعبۂ اردو میں وزیٹنگ پروفیسر رہیں۔ ۱۹۸۴ء میں انہیں پدم شری اور غالب ایوارڈ سے نوازا گیا، جبکہ بعد میں ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں حکومت ہند نے انہیں "گیان پیٹھ ایوارڈ" بھی عطا کیا۔

ناول نگار اپنے ذاتی مشاہدات اور تجربات کی روشنی میں زندگی کے مختلف پہلوؤں کو ناولوں میں بیان کرتے تھے۔ قرۃ العین حیدر نے ترقی پسند ادیبوں کی بدلتی ہوئی سماجیات کو اپنے فن کا حصہ بنایا۔ قرۃ العین حیدر کی وجہ سے اردو فکشن میں نیا رجحان متعارف ہوا۔ انہوں نے ناول نگاری کے فن کو وسیع مطالعہ، گہری نظر اور فکری پختگی کے ذریعے نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ اس کی بنیاد مضبوط کی۔ ان کے مشہور ناولوں میں میرے بھی صنم خانے، سفینۂ غمِ دل، آگ کا دریا، آخر شب کے ہم سفر، کارِ جہاں دراز ہے (دو جلدیں)، گردشِ رنگ چمن اور چاندنی بیگم شامل ہیں۔ ان کے ناولوں میں خصوصاً اودھ کی زوال پذیر جاگیردارانہ تہذیب، ماضی کی بازیافت، اور تہذیبی تسلسل کا گہرا شعور نمایاں ہے۔ وہ جدید تکنیکوں، خصوصاً شعور کی رو (Stream of Consciousness) اور فلیش بیک کے استعمال میں مہارت رکھتی تھیں۔ ان کے فن میں مغربی ادب کے اثرات بھی محسوس کیے جا سکتے ہیں۔ قرۃ العین حیدر کی ایک بڑی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے ماضی، حال اور مستقبل کو ایک مربوط سلسلے میں پیش کیا، جبکہ بہت سے معاصر ادیب صرف حال پر توجہ دیتے رہے۔ انہوں نے وقت کے تصور کو ایک اہم اور اجتہادی پیش رفت کے طور پر استعمال کیا ہے۔ ان کے ناول تقسیمِ ہند سے پہلے اور بعد کے معاشرتی حالات کو گہرے فلسفیانہ اور نفسیاتی انداز میں پیش کرتے ہیں، جس سے ان کے فن کی انفرادیت مزید نکھر کر سامنے آتی ہے۔ ان مشاہدات اور تجربات پر سید وقار عظیم کا قول درج ذیل ہے:-

> "قرۃ العین حیدر کے ناول نفسیاتی اور فلسفیانہ فکر اور خلوص مشاہدے اور فن کے نئے تجربات کا ایسا امتزاج ہیں جن میں ناول اپنے جدید ترین فن ہیئت میں ہمارے سامنے آتا ہے"۔[4]

عینی کے ناولوں میں جنس کو صرف نفسیاتی یا جسمانی ضرورت کے طور پر نہیں دکھایا گیا۔ بلکہ اسے سماجی آگاہی کے دائرے میں رکھ کر بیان کرتی ہیں۔ اسی لیے ان کی تحریروں میں کسی قسم کی بے راہ روی محسوس نہیں ہوتی، بلکہ ایک مہذب اور مثبت تعلق کا احساس برقرار رہتا ہے۔ قرۃ العین حیدر کے ناول اور افسانوں کے تیئں ممتاز شیریں لکھتی ہیں:-

> "قرۃ العین حیدر کے ناولوں اور افسانوں میں صرف جذبات اور احساسات کی عکاسی ہوتی ہے، جسم کا کہیں احساس نہیں ہوتا۔ نازک سے نازک موقعوں پر بھی وہ اس سے بچ نکلتی ہیں"۔[5]

قرۃ العین کے متعلق ڈاکٹر قمر رئیس لکھتے ہیں:-

> "قرۃ العین حیدر کے فن کی انفرادیت کا امتیازی پہلو جو ہر قاری کو متاثر کرتا ہے، ان کا خوبصورت رواں دواں اور شائستہ نثری اسلوب ہے جس میں چستی ہی نہیں تہداری اور تنوع بھی ہے"۔[6]

دراصل تقسیم کے سانحے کا نتیجہ میں ان کے ناولوں میں یادوں کی ایک نئی تشکیل سامنے آتی ہے، جس کے باعث خاص طور پر اودھ کی جاگیردارانہ تہذیب، اس کی اقدار اور روایات کے زوال پر گہری حسرت اور ماضی سے وابستگی کا احساس ابھرتا ہے۔ مزید یہ کہ مختلف قدیم تہذیبوں کا باہمی اشتراک، صدیوں پر محیط تعلقات کی جھلک، ماضی کو از سرِ نو دریافت کرنے کی جستجو اور وقت کے مسلسل اور ناقابلِ تقسیم بہاؤ کا تصور بھی ان کے ناولوں کے نمایاں موضوعات میں شامل ہے۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

ناول آگ کا دریا میں فلیش بیک کی تکنیک: اس ناول کی نمایاں فنی خوبی شعور کی رو کی تکنیک کے علاوہ فلیش بیک کی تکنیک کا استعمال بھی ہے۔ فلیش بیک کے ذریعے کہانی حال سے ماضی کی جانب منتقل ہوتی ہے، جس کی مدد سے کرداروں، واقعات اور حالات کو زیادہ بہتر انداز میں سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔ قرۃ العین حیدر نے ''آگ کا دریا'' میں فلیش بیک کو محض روایتی طریقے سے استعمال نہیں کیا بلکہ اس میں جدید فنی تکنیکوں کو بھی شامل کیا ہے۔ مثلاً ناول میں قدیم ہندوستان، مغلیہ عہد، برطانوی دورِ حکومت اور تقسیمِ ہند جیسے مختلف تاریخی ادوار کے درمیان سفر دکھایا گیا ہے۔ ماضی کی طرف یہ مسلسل واپسی ایک وسیع فلیش بیک کی صورت اختیار کر لیتی ہے، جس سے قاری پر یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ تاریخ ایک مسلسل عمل اور تسلسل کا نام ہے۔

گوتم، کمال، چمپا اور سیرل جیسے کردار مختلف زمانوں اور مختلف شکلوں میں سامنے آتے ہیں۔ ناول میں مختلف ادوار کے دوران رونما ہونے والی تبدیلیوں کو فلیش بیک کی تکنیک کے ذریعے اس طرح پیش کیا گیا ہے کہ ماضی حال کا ایک زندہ حصہ محسوس ہونے لگتا ہے۔ ''آگ کا دریا'' میں تہذیب، ثقافت اور شناخت جیسے عناصر کو بھی ماضی کے واقعات کی مدد سے بار بار اجاگر کیا گیا ہے۔ فلیش بیک کے ذریعے مصنفہ یہ بات واضح کرتی ہیں کہ 1947ء کے واقعات اچانک رونما نہیں ہوئے بلکہ ان کے پسِ منظر میں صدیوں پر محیط تاریخی اور تہذیبی عوامل کارفرما تھے۔

''آگ کا دریا'' میں فلیش بیک محض کہانی بیان کرنے کی ایک تکنیک نہیں بلکہ پورے ناول کی ساخت کا بنیادی حصہ ہے۔ اسی کے ذریعے مصنفہ نے وقت، تاریخ اور شناخت کو ایک ایسے مسلسل بہتے ہوئے دریا کے طور پر پیش کیا ہے جو مختلف زمانوں کو آپس میں جوڑتا ہے۔ ناول کی کہانی اگرچہ روایتی انداز میں شروع ہوتی ہے، لیکن پہلے ہی حصے میں گوتم اور چمپا کے کردار سامنے آتے ہیں۔ گوتم ایک طالب علم کے طور پر دکھائی دیتا ہے اور اسی حصے میں فلیش بیک کی تکنیک سے اس کے کردار اور پسِ منظر کو قاری کے سامنے واضح کیا جاتا ہے۔

> "شراوستی میں اس کا سہ منزلہ مکان تھا جس کے برآمدے کے چوبی کھمبوں پر رنگین نقش و نگار بنے تھے۔ اس سڑک پر اس کا مکان سب سے اُونچا تھا۔ اس کا باپ بہت دولت مند آدمی تھا اور اس کی بہن کا بیاہ حکومت کے ایک اعلیٰ عہدے دار سے ہوا تھا"۔[7]

اس ناول میں فلیش بیک کی تکنیک کی ایک مختصر لیکن مؤثر مثال بھی ملتی ہے۔ بظاہر یہاں ایک مکان اور اس کے ماحول کی منظر کشی کی گئی ہے، مگر اس بیان کے اندر ماضی کی ایک جھلک بھی موجود ہے۔ قرۃ العین حیدر ابتدا میں موجودہ منظر کو سامنے لاتی ہیں، یعنی سہ منزلہ مکان، اس کی ساخت و بناوٹ اور اس کی بلندی کا ذکر کرتی ہیں۔ اس کے فوراً بعد بیانیہ کردار کے خاندانی پس منظر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

اس طرح کہانی لمحۂ حال سے نکل کر مختصر وقت کے لیے ماضی میں داخل ہوتی ہے، تاکہ کردار کی سماجی حیثیت اور اس کے پس منظر کو زیادہ واضح کیا جا سکے۔ یہاں فلیش بیک کسی مستقل یا الگ واقعے کی شکل میں سامنے نہیں آتا بلکہ بیانیے کا حصہ بن کر شامل رہتا ہے۔ یوں ماضی اور حال کو باہم مربوط کر کے کردار کی ایک مکمل تصویر قاری کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔

مصنفہ اپنے منفرد اسلوب کے ذریعے کرداروں کے اندرونی خیالات، ذہنی سوالات اور مختلف کیفیات کو براہِ راست بیان کرتی ہیں۔ کردار اپنے آپ سے سوال کرتا ہے اور اسی ذہنی بہاؤ کے دوران ان سوالات کے جواب بھی تلاش کرتا ہے۔ اس طریقے سے کردار کی داخلی دنیا اور اس کی ذہنی کیفیت قاری پر زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ گوتم کے حالات و کوائف بیان کرنے کے بعد ناول نگار دوسرے کرداروں کو بھی کہانی میں شامل کرتی ہیں، جس سے داستان کا دائرہ وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔ وحید اختر اپنے مضمون ''اردو ناول پر وجودیت کا اثر، ''آگ کا دریا'' کا تجزیاتی مطالعہ'' کے آغاز میں لکھتے ہیں کہ:

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

> "آگ کا دریا پہلا ناول ہے جو موجودہ عہد کے انسان اور اس کے مسائل وجود پر بھرپور روشنی ڈالتا ہے۔ یہ اداس نسلیں" سے قبل شائع ہوا تھا۔ اس ناول کی خصوصیت یہ ہے کہ ہزاروں برس کے وسیع پس منظر کو ناول کے کینوس پر پھیلا دیا ہے۔ اس کی یہی انفرادیت شاید اس کی کمزوری بھی ہے۔ ابتدائی سو ڈیڑھ سو صفحات تک پڑھنے والے کو یہ گمان ہوتا ہے کہ وہ ہندوستانی فلسفے اور کلچر پر کوئی مستند کتاب پڑھ رہا ہے...... کردار اور ان کا عمل ضمنی حیثیت اختیار کر لیتا ہے"۔[8]

مکالموں کے ذریعے کردار ایک دوسرے کے خیالات، نظریات اور نقطۂ نظر سے واقف ہوتے ہیں، جس کے باعث کہانی کا بیانیہ زیادہ متحرک اور جاندار محسوس ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ناول میں فلیش بیک کی تکنیک بھی مؤثر اور نمایاں انداز میں استعمال ہوئی ہے۔ قرۃ العین حیدر اس تکنیک سے خاص طور پر تاریخی اور جغرافیائی معلومات کو واضح کرنے کا کام لیتی ہیں۔ مثال کے طور پر شراوستی کے علاقے کا تعارف اور شہر کی منظر کشی ماضی کی جھلکیوں کے ذریعے کی گئی ہے، جو فلیش بیک کی ایک عمدہ صورت پیش کرتی ہے۔ دوسرے باب کے آغاز میں بھی شراوستی کے علاقے سے متعلق معلومات فراہم کرنے کے لیے ناول نگار فلیش بیک کی تکنیک سے استفادہ کرتی ہیں۔ اس ضمن میں شراوستی شہر کی منظر کشی ایک اہم اور بہترین مثال ہے، جہاں شہر کے خدوخال، ماحول اور خصوصیات کو نہایت خوبصورتی اور تفصیل کے ساتھ پیش کیا گیا ہے۔ ماضی کے واقعات اور تاریخی حوالوں کو حال کے بیانیے سے جوڑ کر مصنفہ شہر کی ایک مکمل تصویر قاری کے سامنے رکھتی ہیں۔ اس طرح "آگ کا دریا" میں فلیش بیک اور شعور کی رو کی تکنیکیں ایک دوسرے کے ساتھ مل کر نہ صرف کرداروں کی داخلی اور خارجی زندگی کو نمایاں کرتی ہیں بلکہ ناول کے فکری، تاریخی اور فنی حسن میں بھی اضافہ کرتی ہیں۔

> "شراوستی کا شہر بہت گنجان اور بارونق تھا، دور کے دیشوں سے آئے ہوئے لوگ یہاں رہتے تھے۔ الگ الگ محلوں میں کاری گر، سنار، بزاز، آڑھتی اور دوسری پیشہ ور جماعتیں آباد تھیں۔ ان کی اپنی اپنی منڈلیاں تھیں اپنے قوانیں۔ چوروں تک کی منڈی مع ایک باضابطہ شاستر کے موجود تھی"۔[9]

براہِ راست موجودہ واقعے کو آگے بڑھانے کے بجائے مصنفہ اچانک ماضی کے ایک منظر کی تفصیل بیان کرتی ہیں۔ کہانی کے تسلسل میں وہ حال سے پیچھے کی طرف جاتی ہیں اور ایک قدیم شہر کی مکمل تصویر قاری کے سامنے پیش کرتی ہیں، تاکہ اس عہد کی معاشرت، تہذیب اور تمدن کو بہتر طور پر سمجھا جا سکے۔ اس عمل کے دوران مرکزی کہانی کا بہاؤ وقتی طور پر رک جاتا ہے اور بیانیہ ماضی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، تاہم یہی واپسی کہانی کی فضا، پس منظر اور معنویت کو زیادہ واضح کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اس طرح شراوستی شہر کی منظر کشی محض ایک وضاحتی بیان نہیں رہتی بلکہ فلیش بیک کے ذریعے پیش کیا جانے والا ایسا تاریخی پس منظر بن جاتی ہے جو ناول کے تاریخی تسلسل اور تہذیبی شعور کو مزید مضبوط کرتا ہے۔ "آگ کا دریا" کے اس حصے میں گوتم اور ہری شنکر کے درمیان ہونے والی گفتگو کے ذریعے کہانی کو روانی کے ساتھ زمانی وسعت بھی دی گئی ہے۔ قرۃ العین حیدر مکالمے کو صرف باہمی گفتگو کا ذریعہ نہیں بناتیں بلکہ اس کے ذریعے ماضی، حال اور مستقبل کے مختلف زمانی دھاروں کو ایک دوسرے سے مربوط کرتی ہیں۔ "آگ کا دریا" کے ابتدائی حصے میں کہانی روایتی انداز سے شروع ہوتی ہے۔ پہلے حصے میں گوتم اور چمپک کا تعارف پیش کیا جاتا ہے اور گوتم کو ایک طالب علم کی حیثیت سے دکھایا گیا ہے۔ اسی حصے میں فلیش بیک کی تکنیک کے ذریعے اس کی شخصیت، حالات اور پس منظر کو مؤثر انداز میں واضح کیا گیا ہے۔ یہاں فلیش بیک اس صورت

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

میں سامنے آتا ہے کہ گفتگو کے دوران اچانک ماضی کے واقعات اور یادیں بیان ہونے لگتی ہیں، جو موجودہ حالات اور کرداروں کو سمجھنے میں قاری کی مدد کرتی ہیں۔ گفتگو کے دوران بعض باتیں مستقبل کے امکانات اور آنے والے حالات کی طرف بھی اشارہ کرتی ہیں، جس کے نتیجے میں ناول کا بیانیہ بیک وقت کئی زمانی سطحوں پر حرکت کرتا محسوس ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر جب ہری شنکر گوتم سے گفتگو کرتا ہے تو اس کی باتوں میں ماضی کے تجربات، موجودہ حالات اور مستقبل کے امکانات کے اشارے ایک ساتھ موجود ہوتے ہیں۔ اس طرح مکالمے کے ذریعے کہانی کسی سیدھی لکیر میں آگے بڑھنے کے بجائے مختلف زمانوں کے درمیان گردش کرتی رہتی ہے۔ یوں ''آگ کا دریا'' میں فلیش بیک کی تکنیک صرف ماضی کی یادوں کو دوبارہ سامنے لانے تک محدود نہیں رہتی بلکہ یہ ایک وسیع بیانیہ وسیلہ بن جاتی ہے۔ اس کے ذریعے مصنفہ وقت کے تسلسل، مختلف ادوار کے باہمی تعلق اور تہذیبی ربط کو مؤثر انداز میں پیش کرتی ہیں، جس سے ناول کی تاریخی اور فکری معنویت میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔

"شراوستی کی رونق ہر موسم میں قائم رہتی۔ گرمیاں آتیں تو امراء اپنے باغات میں تالابوں کے کنارے جا بیٹھتے یا خنک تہہ خانوں میں آرام کرتے۔ شام کے سمے بازاروں میں کھوے سے کھوا چھلتا"۔[10]

یہاں قرۃ العین حیدر شراوستی کی زندگی کو اس خوبصورتی سے پیش کرتی ہیں کہ قاری خود کو ماضی کے ایک زندہ اور متحرک منظر کا حصہ محسوس کرنے لگتا ہے۔ مختلف موسموں اور ان سے وابستہ معمولات کا ذکر کرتے ہوئے گرمیوں میں امراء کا باغات اور تالابوں کا رخ کرنا، ٹھنڈے تہہ خانوں میں سکون کرنا اور شام کے وقت بازاروں میں ہونے والی چہل پہل کو نمایاں کیا گیا ہے۔ یہ تمام مناظر کسی موجودہ وقت کی عکاسی نہیں کرتے بلکہ ایک گزرے ہوئے عہد کی مکمل تصویر پیش کرتے ہیں۔ مصنفہ کہانی کے بنیادی بہاؤ سے وقتی طور پر ہٹ کر ماضی کے طرزِ زندگی، معاشرتی حالات اور روزمرہ معمولات کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتی ہیں۔ اس طرح یہ حصہ عارضی طور پر کہانی کے تسلسل کو روک دیتا ہے، لیکن اس کے بدلے قاری کو اس زمانے کے ماحول، رہن سہن، معاشرت اور تہذیبی زندگی سے واقف کراتا ہے۔ یوں شراوستی کی یہ منظر کشی محض منظر نگاری تک محدود نہیں رہتی بلکہ ایک مؤثر بیانیہ فلیش بیک کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ اس تکنیک کے ذریعے قاری شراوستی کی مسلسل رونق، لوگوں کی روزمرہ مصروفیات اور اس دور کی جیتی جاگتی فضا کو نہ صرف سمجھتا ہے بلکہ اسے محسوس بھی کرتا ہے۔

"وہ بے حد ذہین لڑکا تھا اور اس کے پورے دیس میں اس کے علم کی قدر کی جاتی۔ اسے فنونِ جنگ بھی سیکھنے پڑے تھے اور اگر اسے لکھنے پڑھنے سے زیادہ دلچسپی نہ ہوتی تب بھی اس کا کوئی نقصان نہ تھا"۔[11]

قرۃ العین حیدر اس مقام پر موجودہ واقعے کو مسلسل آگے بڑھانے کے بجائے اچانک کردار کے ماضی اور اس کے پس منظر کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں۔ ''وہ بچپن سے ذہین لڑکا تھا'' اور ''اس کے دیس میں علم کی قدر کی جاتی تھی'' جیسے جملے موجودہ بیان سے ہٹ کر ماضی کی ایک جھلک پیش کرتے ہیں۔ اس طریقے سے قاری کے لیے کردار کی شخصیت، صلاحیتوں اور اس کے ماحول کو سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

اسی ماضی کے بیان میں طلبہ کے باہمی مباحث، ان کے سوالات اور فلسفیانہ خیالات بھی نمایاں ہوتے ہیں۔ وہ ریاست، معاشرت اور زندگی سے متعلق مختلف گہرے موضوعات پر غور و فکر کرتے اور ایک دوسرے سے گفتگو کرتے ہیں۔ یوں فلیش بیک صرف گوتم کے ماضی کو بیان کرنے کا ذریعہ نہیں رہتا بلکہ اس عہد کے فکری ماحول، تعلیمی نظام اور معاشرتی رویوں کو بھی قاری کے سامنے واضح کرتا ہے۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

> "آریوں کے اس دور کی یادگار تھا جب انھیں ڈینیوب کے ساحلوں پر قبائلی فوقیت حاصل تھی۔اس زمانے میں روما کا ہم عصر سماج اور فرانس کا کیلٹک معاشرہ کاہنوں، جنگجو سپاہیوں اور عام کاریگروں کے فرقوں میں بٹا ہوا تھا اور اس احساس برتری کا برہمنوں کے پاس اب بہر حالی کوئی علاج نہ تھا"۔[12]

یہ حصہ آریوں کے قدیم عہد کی طرف رجوع کرتا ہے اور ان کی ابتدائی سماجی و تہذیبی زندگی کو تاریخی پس منظر کے طور پر پیش کرتا ہے۔ یہ براہِ راست موجودہ زمانے کے واقعات کا حصہ نہیں بلکہ حال کے بیانیے کے اندر ماضی کی ایک تہذیب کو دوبارہ زندہ کرتا ہے، جو فلیش بیک کی تکنیک کی بنیادی خصوصیت ہے۔ مصنفہ آریوں کے اس دور کا ذکر کرتی ہیں جب وہ دریائے ڈینیوب کے کناروں پر قبائلی غلبہ رکھتے تھے۔اس بیان کے ذریعے قاری موجودہ زمانے سے نکل کر ایک ایسے تاریخی عہد میں پہنچ جاتا ہے جو زمانۂ حال سے بہت دور ہے۔اس قدیم معاشرے میں سماجی تقسیم، جنگجو طبقے، عام پیشہ ور افراد اور طبقاتی برتری کے تصورات کو نمایاں کیا گیا ہے۔ ماضی کے اس معاشرتی ڈھانچے کی تفصیل اس لیے اہم ہے کہ اس کے ذریعے انسانی سماج کی فکری اور تہذیبی بنیادوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ ماضی کی طرف یہ واپسی صرف تاریخی معلومات فراہم کرنے تک محدود نہیں بلکہ اس امر کو بھی واضح کرتی ہے کہ انسانی معاشرت میں طبقاتی شعور اور سماجی نظام وقت کے ساتھ کس طرح وجود میں آتے اور تبدیل ہوتے رہے ہیں۔اس فکری بحث کے دوران مصنفہ اچانک بیانیے کو تاریخ کے ایک قدیم دور میں منتقل کرتی ہیں اور پھر اسی ماضی کی روشنی میں موجودہ حالات کو سمجھنے کی طرف واپس آتی ہیں۔ اس طرح زمانی سطح تبدیل ہوتی رہتی ہے: بیانیہ پہلے حال سے ماضی میں جاتا ہے اور پھر ماضی کے تجربات کی مدد سے حال کو نئے معنی دیتا ہے۔اس عمل سے کہانی زیادہ گہری اور تہہ دار ہو جاتی ہے اور قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ موجودہ معاشرتی ڈھانچے کی بنیادیں بہت قدیم تاریخی حقائق میں پیوست ہیں۔اس حصے میں فلیش بیک کی تکنیک وسیع اور پیچیدہ انداز میں سامنے آتی ہے۔ مصنفہ موجودہ بیانیے سے ہٹ کر بار بار قدیم تہذیبوں، اساطیری کرداروں اور تاریخی حوالوں کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ ہری شنکر کی جانب سے آریہ خاندانوں کے بارے میں معلومات فراہم کرنا محض ایک سادہ گفتگو نہیں بلکہ ایک اہم بیانیہ وسیلہ ہے، جس کے ذریعے ماضی کے مختلف ادوار قاری کے سامنے دوبارہ زندہ ہو جاتے ہیں۔اس طرح موجودہ کہانی ایک فکری تسلسل کے ساتھ قدیم تاریخ سے جڑ جاتی ہے۔

گوتم کے ذریعے نرملا اور چمپک کی زندگیوں اور عورتوں کی نفسیات کو بیان کرنا بھی اس بات کی علامت ہے کہ فلیش بیک صرف تاریخی واقعات کی بازیافت تک محدود نہیں بلکہ کرداروں کی داخلی دنیا، ان کے تجربات اور ذہنی کیفیات کو بھی نمایاں کرتا ہے۔ گوتم ایک ایسے وسیلے کے طور پر سامنے آتا ہے جس کے ذریعے ماضی کے واقعات اور مختلف کرداروں کی زندگیوں کی پوشیدہ پرتیں آہستہ آہستہ کھلتی جاتی ہیں۔یوں مصنفہ وقت کو ایک سیدھی لکیر کے طور پر پیش کرنے کے بجائے اسے ایک مسلسل بہاؤ کی شکل دیتی ہیں، جس میں حال، ماضی اور مستقبل ایک دوسرے میں مدغم ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ قاری کو بار بار مختلف زمانی سطحوں پر لے جایا جاتا ہے تاکہ وہ کرداروں کی زندگی، ان کے تجربات، معاشرتی پس منظر اور ذہنی کیفیات کو زیادہ گہرائی سے سمجھ سکے۔اس طرح فلیش بیک ''آگ کا دریا'' میں محض ایک تکنیکی حربہ نہیں رہتا بلکہ ناول کی فکری، تاریخی اور نفسیاتی ساخت کا اہم حصہ بن جاتا ہے۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

"کئی راتوں تک متواتر جاگتے رہنے کے بعد دفعاً گوتم کو نیند کا زوردار جھونکا آگیا لیکن کوشش کر کے اس نے اپنی آنکھیں کھلی رکھیں۔ طالب علمی کے زمانے میں جب وہ آشرم میں یا کتب خانوں میں مختلف کتابیں پڑھتا تو عجیب و غریب متضاد نظریے عورتوں کے متعلق اس کے مطالعے میں آتے۔ مہابھارت کی بارہویں کتاب میں لکھا تھا کہ عورت کبھی غیر مقدس ہو ہی نہیں سکتی۔ لیکن تیرہویں کتاب کا بیان تھا کہ عورت ہی ساری برائیوں کی جڑ ہے"۔[13]

فلیش بیک کی تکنیک یہاں واضح طور پر اس صورت میں سامنے آتی ہے کہ موجودہ لمحے میں گوتم کی جسمانی کیفیت، مثلاً نیند کا غلبہ اور بیدار رہنے کی کوشش، اس کے ذہن کو ماضی کی طرف لے جاتی ہے۔ اس طرح بیانیہ حال سے نکل کر گوتم کے طالب علمی کے زمانے اور اس کے مطالعے کے تجربات میں داخل ہو جاتا ہے۔ موجودہ وقت سے گزرے ہوئے زمانے کی طرف یہ منتقلی فلیش بیک کی بنیادی خصوصیت کو نمایاں کرتی ہے۔ گوتم کے ذہن میں آشرم اور کتب خانوں کے مختلف مناظر ابھرنے لگتے ہیں، جہاں وہ ماضی میں مختلف کتابوں کا مطالعہ کرتا رہا تھا۔ انہی یادوں کے ذریعے مصنفہ عورت کے بارے میں پائے جانے والے متضاد نظریات کو سامنے لاتی ہیں۔ ایک طرف مہابھارت کی ایک کتاب میں عورت کو مقدس حیثیت دی گئی ہے، جبکہ دوسری جانب کسی اور کتاب میں اسے برائیوں کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ یہ تضاد محض معلومات فراہم کرنے کے لیے نہیں بلکہ گوتم کی فکری بے چینی، ذہنی کشمکش اور سوچ کے انتشار کو ظاہر کرنے کے لیے بھی استعمال ہوا ہے۔ اس مقام پر اہم بات یہ ہے کہ ماضی کے واقعات کسی خارجی راوی کی جانب سے براہِ راست بیان نہیں کیے جا رہے بلکہ گوتم کی یادداشت اور شعور کے ذریعے دوبارہ سامنے آتے ہیں۔ یہی داخلی شعور کے ذریعے ماضی کی بازیافت فلیش بیک کی جدید اور نفسیاتی صورت ہے۔ اس طریقے میں وقت کسی بیرونی واقعے کے ذریعے نہیں بلکہ کردار کے ذہن کے اندر حرکت کرتا ہے اور ماضی اچانک حال کے لمحے میں زندہ ہو جاتا ہے۔

فلیش بیک کی تکنیک یہاں تاریخی بیانیے کے ساتھ مضبوطی سے جڑی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔ مصنفہ موجودہ حالات کے بیان سے اچانک ماضی کے ایک ایسے دور میں داخل ہو جاتی ہیں جہاں قتل، اس کے نتیجے میں سیاسی شکست اور پھر فاتحین کی جانب سے قیدی شہزادیوں کی شادیاں کرانے جیسے واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ حال سے ماضی کی طرف یہ زمانی منتقلی فلیش بیک کی بنیادی خصوصیت کو واضح کرتی ہے۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ مصنفہ ناول کے ابتدائی حصے میں شراوستی کا ذکر کرتی ہیں اور بعد کے مراحل میں دوبارہ اسی تاریخی مقام کی طرف رجوع کرتی ہیں۔ اس تکرار سے بیانیے میں ایک چکر دار یا Cyclical ساخت پیدا ہوتی ہے، جس میں ماضی بار بار حال کے ساتھ جڑتا اور اس پر اثرانداز ہوتا ہے۔ اس طرح فلیش بیک یہاں صرف ماضی کو دکھانے کی فنی تکنیک نہیں بلکہ اس تصور کی علامت بھی بن جاتا ہے کہ تہذیبیں اگرچہ وقت کے ساتھ ختم یا معدوم ہو جاتی ہیں، لیکن ان کی یادیں، روایات اور اثرات انسانی زندگی اور موجودہ بیانیے میں کسی نہ کسی صورت زندہ رہتے ہیں۔ قرۃ العین حیدر ماضی اور حال کو باہم مربوط کر کے یہ احساس پیدا کرتی ہیں کہ انسانی زندگی، محبت، سیاست اور تہذیب کو تاریخی تسلسل سے الگ کر کے مکمل طور پر سمجھنا ممکن نہیں۔

"شراوستی اور نالندہ اور وکرم شیلا کے سارے برہمچاری اور بھکشو اپنے اپنے پوتھی پترے وہیں چھوڑ کر ادھر ادھر بھاگ گئے یا مر کھپ گئے یا نیپال اور تبت کی اور نکل گئے"۔[14]

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

فلیش بیک کی تکنیک یہاں ایک وسیع تاریخی اور تہذیبی پس منظر کے ساتھ استعمال ہوئی ہے۔ موجودہ بیانیے سے ہٹ کر مصنفہ قاری کو ماضی کے ان عظیم علمی اور مذہبی مراکز کی طرف لے جاتی ہیں جو اپنے زمانے میں علم، فکر اور روحانی تربیت کے اہم مراکز سمجھے جاتے تھے، مثلاً شراوستی، نالندہ اور وکرم شیلا۔ تاہم اس بیان میں ان مراکز کے زوال اور بربادی کو خاص طور پر نمایاں کیا گیا ہے۔ بیانیے میں یہ زمانی تبدیلی فلیش بیک کی اس صورت کو ظاہر کرتی ہے جس میں حال کے اندر سے ماضی کی ایک مکمل تہذیبی تصویر ابھر کر سامنے آتی ہے۔ برہمن چاریوں اور بھکشوؤں کا اپنے کتب خانوں اور علمی متون کو چھوڑ کر فرار ہو جانا یا جان سے ہاتھ دھو بیٹھنا اس امر کی علامت ہے کہ ایک پورا علمی اور تہذیبی نظام کس طرح وقت کے ساتھ منتشر ہو گیا۔ یہ منظر محض تاریخی واقعات کی اطلاع نہیں دیتا بلکہ تہذیب کے زوال، علم کے بکھرنے اور ایک عہد کے اختتام کا گہرا احساس بھی پیدا کرتا ہے۔ یہاں فلیش بیک کسی ایک مخصوص واقعے کی یاد تک محدود نہیں بلکہ اجتماعی تاریخی شعور کی بازیافت کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ قاری کو یہ احساس دلایا جاتا ہے کہ علم، فکر اور تہذیب کے بڑے مراکز بھی وقت کے گزرنے کے ساتھ زوال کا شکار ہو سکتے ہیں۔ اس طرح حال کے بیانیے میں ایک گہرا تاریخی احساس، افسوس اور فکری تسلسل پیدا ہوتا ہے۔ یوں ناول نگار فلیش بیک کے ذریعے صرف ماضی کو دوبارہ یاد نہیں کرتیں بلکہ اسی ماضی کی روشنی میں حال کے معنی کو بھی وسیع کرتی ہیں۔ تہذیبوں کے عروج و زوال کو ایک مربوط تاریخی منظر نامے میں پیش کر کے وہ قاری کو اس حقیقت کی طرف متوجہ کرتی ہیں کہ موجودہ تہذیبی صورتِ حال کو ماضی کے تجربات سے الگ کر کے نہیں سمجھا جا سکتا۔ اسی طرح فلیش بیک کی تکنیک بیانیے کی روایتی ترتیب کو توڑ کر کہانی کو ایک مخصوص فکری انداز میں آگے بڑھاتی ہے۔ ابتدا میں قاری کے سامنے کمال الدین اور چمپا کے درمیان محبت کا پہلو آتا ہے، لیکن اس کے فوراً بعد یہ واضح کیا جاتا ہے کہ کمال الدین کا یودیا آنا محض کسی وقتی یا سطحی واقعے کا نتیجہ نہیں تھا۔ اس کے پیچھے کچھ مخصوص اسباب، حالات اور مقاصد موجود تھے، جن کی وضاحت بعد میں کی جاتی ہے۔ کسی موجودہ واقعے کی وجہ کو بعد میں بیان کرنا فلیش بیک کی ایک اہم بیانیہ صورت ہے۔ اس طریقے میں قاری کو پہلے ایک واقعہ یا صورتِ حال سے آگاہ کیا جاتا ہے اور پھر اس واقعے کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے اسے ماضی کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ یوں کہانی کا زمانی بہاؤ سیدھی لکیر میں آگے نہیں بڑھتا بلکہ ضرورت کے مطابق ماضی اور حال کے درمیان حرکت کرتا رہتا ہے۔ کمال الدین کے یودیا آنے کی وجہ کو بعد کے مرحلے میں بیان کرنا مصنفہ کی فنی مہارت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس طریقے سے قاری کے ذہن میں تجسس پیدا ہوتا ہے اور وہ ماضی کے واقعات جاننے کے لیے بیانیے کے ساتھ آگے بڑھتا ہے۔ جب کمال الدین اور چمپا کے تعلق کو اس کے یودیا میں موجود ہونے کے پس منظر سے ملا کر دیکھا جاتا ہے تو حال اور ماضی ایک دوسرے کی وضاحت کرنے لگتے ہیں۔ اس طرح فلیش بیک محض ماضی کی طرف واپسی کا ایک ذریعہ نہیں رہتا بلکہ کہانی کو تہہ دار، مربوط اور بامعنی بنانے کی فنی تکنیک بن جاتا ہے۔ اس کے ذریعے کرداروں کے موجودہ اعمال کو ان کے ماضی کے حالات، محرکات اور پس منظر سے جوڑا جاتا ہے، جس سے کرداروں کی شخصیت اور واقعات کی معنویت قاری کے لیے زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔

"لیکن ایودھیا میں اسے ایک برہمن زادی ملی جو اس سے ہر وقت کبیر کی باتیں کیا کرتی، اس سے الٹی سیدھی بحثیں کرتی اور کچھ عرصے کے لیے وہ جونپور کی شہزادی کو بھول گیا"۔ [15]

موجودہ بیانیے کے اندر اچانک ایک نیا زمانی اور ذہنی موڑ پیدا ہو جاتا ہے۔ کہانی میں پہلے سے موجود مرکزی تعلق، یعنی کمال اور جونپور کی شہزادی کا رشتہ، اپنی جگہ قائم رہتا ہے، لیکن اسی کے ساتھ ایودھیا کا ایک نیا تجربہ بھی شامل ہو جاتا ہے، جہاں کمال کی ملاقات ایک برہمن زادی سے ہوتی ہے۔ یہ واقعہ محض موجودہ حالات کی پیش رفت نہیں بلکہ اس کے پسِ پشت ایک سابقہ فکری اور جذباتی تسلسل بھی موجود ہے، جسے بیانیہ آگے چل کر

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

واضح کرتا ہے۔ یہاں فلیش بیک کسی طویل ماضی کے منظر کی شکل میں براہِ راست سامنے نہیں آتا بلکہ یاد، احساس اور ذہنی کیفیت کے ذریعے ظاہر ہوتا ہے۔ برہمن زادی کا کبیر کی باتوں کا ذکر کرنا اور کمال کا کچھ دیر کے لیے جونپور کی شہزادی کو فراموش کر دینا اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ انسانی جذبات اور تعلقات ہمیشہ ایک سیدھی اور مستقل سمت میں نہیں چلتے۔ نئے تجربات، سابقہ یادیں اور ماضی کے اثرات مسلسل انسانی احساسات کو متاثر کرتے رہتے ہیں۔ مصنفہ اس تکنیک کے ذریعے یہ واضح کرتی ہیں کہ حال کا ایک لمحہ بھی صرف موجودہ حالات کا نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ اس میں مختلف ماضی کے تجربات، فکری اثرات اور نئے تعلقات شامل ہوتے ہیں۔ کمال کا رویہ بھی محض موجودہ صورتِ حال سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ اس کے سابقہ تجربات اور ذہنی اثرات اس کی موجودہ کیفیت کی تشکیل میں اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یوں بیانیہ ایک سیدھی اور مسلسل کہانی کے بجائے وقت کے مختلف حصوں کے باہمی تعلق سے تشکیل پانے والا پیچیدہ انسانی تجربہ بن جاتا ہے۔ یوں فلیش بیک یہاں محض ایک فنی یا تکنیکی حربہ نہیں بلکہ کمال الدین کی شخصیت، اس کے سفر، اس کے فکری پس منظر اور موجودہ ذہنی کیفیت کو سمجھنے کا اہم ذریعہ بن جاتا ہے۔ اس تکنیک کے ذریعے ماضی اور حال ایک دوسرے کی وضاحت کرتے ہیں، جس سے بیانیہ زیادہ مربوط، تہہ دار اور فکری طور پر مؤثر ہو جاتا ہے۔

> "شرقیہ سلطنت ہند میں تہذیب کا عظیم الشان مرکز بنی ہوئی تھی۔ جونپور شیراز ہند کہلا رہا تھا۔ اس سلطنت کو قائم ہوئے ابھی فقط ستر سال گزرے تھے۔ صاحبقران کے حملے کے بعد کی گڑبڑ سے فائدہ اٹھا کر ملک الشرق خواجہ جہاں نے اس کی بنیاد ڈالی تھی۔ اس کے سلاطین اپنے آپ کو غیر ملکی نہیں گردانتے تھے۔ دکن کی بادشاہتوں کی مانند ان کی حکومت بھی خالص ہندی حکومت تھی۔ انہوں نے خوبصورت عمارتیں بنائی تھیں۔ گلاب کے باغ لگائے تھے"۔[16]

فلیش بیک کی تکنیک یہاں زیادہ تر "تاریخی پس منظر" کی صورت میں استعمال ہوئی ہے۔ کہانی موجودہ بیانیے اور حال کے تسلسل سے ہٹ کر ماضی کی طرف منتقل ہوتی ہے اور شرقیہ سلطنت، جونپور اور اس سے وابستہ سیاسی و تہذیبی حالات کی تفصیلات سامنے لاتی ہے۔ ماضی کا یہ بیان دراصل موجودہ واقعات کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے ایک فکری پس منظر فراہم کرتا ہے۔ مصنفہ موجودہ واقعے کو براہِ راست آگے بڑھانے کے بجائے قاری کو ایک ایسے تاریخی عہد میں لے جاتی ہیں جب شرقیہ سلطنت تہذیب و ثقافت کا اہم مرکز تھی۔ اس عمل سے زمانی ترتیب میں تبدیلی آتی ہے اور حال کی جگہ ماضی کا منظر نامہ نمایاں ہو جاتا ہے۔ یہی حال سے ماضی کی طرف منتقلی فلیش بیک کی بنیادی خصوصیت شمار ہوتی ہے۔ شرقیہ سلطنت کے قیام، اس کے مختلف حکمرانوں اور اس دور میں ہونے والی تہذیبی ترقی، مثلاً عمارتوں، باغات اور دیگر تعمیرات کا ذکر محض تاریخی معلومات فراہم کرنے کے لیے نہیں کیا گیا بلکہ یہ ایک تہذیبی یادداشت کی صورت اختیار کر لیتا ہے جو موجودہ بیانیے کے اندر شامل ہو جاتی ہے۔ اس سے قاری کو اندازہ ہوتا ہے کہ موجودہ حالات کی بنیادیں ایک گہرے تاریخی اور تہذیبی پس منظر میں موجود ہیں۔ اس طرح فلیش بیک کے ذریعے ماضی کو دوبارہ زندہ کیا جاتا ہے اور موجودہ کہانی کا دائرہ وسیع ہو جاتا ہے۔ قاری صرف واقعات سے واقف نہیں ہوتا بلکہ ان کے پسِ پردہ موجود تاریخی، سیاسی اور تہذیبی تسلسل کو بھی سمجھنے لگتا ہے۔ "آگ کا دریا" میں فلیش بیک کے ساتھ شعور کی رو (Stream of Consciousness) کی تکنیک بھی بیک وقت کارفرما نظر آتی ہے۔ یہی امتزاج ناول کے بیانیے کو پیچیدگی اور فنی گہرائی عطا کرتا ہے۔ کمال الدین کے محبت سے متعلق تجربات بظاہر موجودہ وقت میں پیش ہو رہے ہوتے ہیں، لیکن اس کے ذہن میں مسلسل مختلف مقامات، افراد اور واقعات کی یادیں ابھرتی اور پھر مدھم ہوتی رہتی ہیں۔ یہ یادیں کسی باقاعدہ ترتیب کے

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

مطابق سامنے نہیں آتیں بلکہ مختلف ٹکڑوں کی شکل میں ذہن میں نمودار ہوتی ہیں۔ کبھی عرب کے حالات، کبھی ایودھیا کے مناظر، کبھی برہمن معاشرے کی تفصیلات اور کبھی جنگ کے واقعات اس ذہنی بہاؤ کا حصہ بن جاتے ہیں۔ یہی بے ترتیب ذہنی روانی شعور کی رو کی علامت ہے، جبکہ انہی یادوں میں بعض مقامات پر مکمل واقعات اور تاریخی قصے بھی سامنے آتے ہیں، جو فلیش بیک کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ یوں دونوں تکنیکیں ایک دوسرے میں اس طرح مدغم ہو جاتی ہیں کہ انہیں مکمل طور پر الگ کرنا مشکل محسوس ہوتا ہے۔ خصوصاً جنگ کے حالات کا بیان، جو اودھ سنگھ کمال کو سناتا ہے، فلیش بیک کی ایک واضح مثال پیش کرتا ہے۔ یہاں موجودہ لمحے سے ہٹ کر ماضی کے واقعات کو ایک مربوط اور باقاعدہ بیانیے کی شکل میں بیان کیا جاتا ہے۔ اس کے برعکس کمال کے ذہن میں ابھرنے والی دوسری یادیں نسبتاً غیر منظم اور منتشر ہیں، جو شعور کی رو کے زیادہ قریب دکھائی دیتی ہیں۔ اس بیانیہ تکنیک کے ذریعے کمال الدین کی شخصیت کے مختلف پہلو بھی سامنے آتے ہیں۔ وہ محبت کے معاملے میں کسی حد تک یک طرفہ رویہ رکھتا ہے، دوسروں سے وفاداری اور وابستگی کی توقع کرتا ہے، لیکن خود مستقل وابستگی کا مظاہرہ نہیں کرتا۔ اس کے ساتھ ساتھ ناول نگار مرد اور عورت کے تعلقات کو ایک وسیع فکری اور نفسیاتی تناظر میں پیش کرتی ہیں، جہاں انسانی خواہشات، یادیں، تجربات اور جذبات روایتی زمانی حدود کے پابند نہیں رہتے۔ فلیش بیک اور شعور کی رو کے باہمی امتزاج سے ایک ایسا پیچیدہ اور تہہ دار بیانیہ تشکیل پاتا ہے جس میں حال، ماضی اور کردار کے ذہنی تجربات مسلسل ایک دوسرے میں گھلتے ملتے رہتے ہیں۔ یہی فنی انداز ''آگ کا دریا'' کو محض ایک تاریخی داستان کے بجائے ایک گہری نفسیاتی، تہذیبی اور فکری تخلیق بنا دیتا ہے۔

"کمال جھلا گیا۔"

"ہوتا کیا۔ دلی کی فوجیں برابر ہمارا پیچھا کرتی رہیں۔ ہم جونپور کی طرف لوٹے۔ وہاں بھی دلی والوں نے ہمارا مقابلہ کیا۔ ہم جونپور کو خدا حافظ کہہ کہ بہرائچ آ گئے۔ تمہارا جونپور اب سنسان پڑا ہے"۔ [17]

اس حصے میں فلیش بیک کی تکنیک نسبتاً واضح اور براہِ راست انداز میں استعمال ہوئی ہے۔ ابتدا میں موجودہ صورتِ حال سامنے آتی ہے، جہاں کمال کی بے چینی اور غصے کے ذریعے اصل واقعے کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ یہ موجودہ لمحہ قاری کو کردار کی ذہنی کیفیت سے جوڑتا ہے، لیکن اس کے فوراً بعد بیانیہ ماضی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، جہاں اصل واقعے کی تفصیلات بیان ہونا شروع ہوتی ہیں۔ ماضی کے اس بیان میں دلی کی فوجوں کا تعاقب، جونپور کی جانب واپسی، وہاں ہونے والی لڑائی اور پھر جونپور سے نکل کر بہرائچ کی طرف روانگی جیسے واقعات شامل ہیں۔ یہ تمام واقعات اس وقت سے پہلے گزر چکے ہیں جس میں موجودہ گفتگو جاری ہے، لیکن اب انہیں یادداشت اور بیان کے ذریعے دوبارہ قاری کے سامنے لایا جاتا ہے۔ یہی فلیش بیک کی بنیادی صورت ہے کہ حال میں موجود کردار ماضی کے تجربات کو دوبارہ بیان کرتا ہے اور گزرے ہوئے واقعات ایک مرتبہ پھر زندہ ہو جاتے ہیں۔ یہاں ماضی کا حصہ محض معلومات فراہم کرنے تک محدود نہیں رہتا بلکہ اسے ایک مسلسل تجربے کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ سفر، جنگ، نقل مکانی اور مختلف حالات کے مناظر ایک دوسرے کے ساتھ مربوط انداز میں سامنے آتے ہیں، جس سے قاری کو نہ صرف واقعات کا علم ہوتا ہے بلکہ اس دور کی بے چینی، خوف اور اضطراب کی کیفیت بھی محسوس ہوتی ہے۔ یوں فلیش بیک حال اور ماضی کے درمیان کوئی سخت اور ناقابلِ عبور حد قائم نہیں کرتا بلکہ دونوں کو گفتگو اور بیانیے کے اندر باہم مدغم کر دیتا ہے۔ ماضی کا تجربہ حال کو سمجھنے کا ذریعہ بن جاتا ہے اور موجودہ کیفیت اپنے تاریخی پس منظر کے ساتھ زیادہ واضح ہو جاتی ہے۔ فلیش بیک کے ساتھ ساتھ اس حصے میں ایک علامتی اور شعوری بیانیہ بھی کام کرتا دکھائی دیتا ہے، جس کے نتیجے میں وقت کی سیدھی لکیر بار بار ٹوٹتی

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

اور دوبارہ جڑتی محسوس ہوتی ہے۔ کمال کا بغداد اور جونپور سے متعلق ماضی اسے ایک منظم، علمی اور سیاسی شخصیت کے طور پر سامنے لاتا ہے، لیکن جب وہ بنارس یعنی کاشی پہنچتا ہے تو بیانیہ اسے ایک بالکل مختلف ذہنی اور جذباتی ماحول میں داخل کر دیتا ہے، جہاں ماضی اور حال ایک دوسرے میں گھلنے لگتے ہیں۔ یہاں فلیش بیک صرف کسی ایک واقعے کو یاد کرنے کا ذریعہ نہیں بلکہ کمال کی پوری شخصیت کی تہہ در تہہ بازیافت بن جاتا ہے۔ اس کے ذہن میں چمپا، جونپور کی شہزادی اور یہودیہ کی برہمن زادی جیسے کردار بیک وقت موجود رہتے ہیں۔ یہ کردار اس کی زندگی کے مختلف ادوار اور مختلف جذباتی تجربات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ان سے وابستہ یادیں کسی منظم زمانی ترتیب کے ساتھ نہیں آتیں بلکہ احساسات، ذہنی کیفیات اور شعوری بہاؤ کے ساتھ ابھرتی ہیں۔ اس طرح فلیش بیک اور شعور کی رو کی تکنیک ایک دوسرے کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں۔ کاشی کے پنچ گنگا گھاٹ کا ذکر، ''تاریخ کے نقشے بدل جانا'' اور محلوں میں الو بولنے جیسے علامتی اشارے بھی اس حقیقت کو ظاہر کرتے ہیں کہ حقیقت اور یادداشت کے درمیان موجود حدیں دھندلی ہو چکی ہیں۔ یہ محض تاریخی یا جغرافیائی تبدیلی کی علامت نہیں بلکہ کمال کی ذہنی اور فکری کیفیت کے انتشار کی بھی عکاسی کرتی ہے۔

اسی طرح فلیش بیک کی تکنیک ایک نئے کردار، ''سرل''، کے تعارف کے ذریعے بھی بیانیے کو ماضی اور حال کے درمیان مسلسل حرکت دیتی ہے۔ ابتدا میں کمال الدین کے بنگال میں آباد ہونے اور وہاں رونما ہونے والی سیاسی تبدیلیوں کا ذکر ہوتا ہے، جو موجودہ زمانی تسلسل کو ظاہر کرتا ہے۔ لیکن اس کے فوراً بعد بیانیہ ایک نئے رخ کی طرف مڑ جاتا ہے اور سرل کی شخصیت اور اس کے پس منظر سے متعلق معلومات سامنے آنے لگتی ہیں۔ سرل کے بارے میں یہ معلومات براہِ راست موجودہ وقت کے واقعات کے طور پر نہیں دی جاتیں بلکہ ماضی کے تناظر میں بیان ہوتی ہیں۔ اس کی شخصیت، حالات اور سابقہ زندگی سے متعلق تفصیلات ایک یادداشت یا بیانیاتی واپسی کی صورت میں قاری کے سامنے آتی ہیں۔ یہی فلیش بیک کی بنیادی خصوصیت ہے کہ جب کوئی نیا کردار موجودہ کہانی میں داخل ہوتا ہے تو وہ اپنے ساتھ اپنے ماضی کا ایک مکمل پس منظر بھی لاتا ہے، جس کے ذریعے اس کے کردار کو بہتر طور پر سمجھنا ممکن ہوتا ہے۔ یوں اس حصے میں فلیش بیک کی تکنیک صرف ماضی کو یاد دلانے کا وسیلہ نہیں رہتی بلکہ کرداروں کی شخصیت، ان کے جذباتی تجربات، تاریخی حالات اور ذہنی کیفیات کو ایک دوسرے سے مربوط کرنے کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ ماضی اور حال کے مسلسل باہمی امتزاج سے بیانیہ زیادہ تہہ دار، علامتی اور فکری بن جاتا ہے، جبکہ شعور کی رو کے ساتھ اس تکنیک کا امتزاج انسانی یادداشت اور وقت کے پیچیدہ تعلق کو مزید نمایاں کرتا ہے۔

"اس کا باپ ایک بہت مفلوک الحال پادری تھا اور سرل بڑی مشکلوں سے اپنے قصبے کے زمیندار کی مدد حاصل
کر کے کیمبرج تک پہنچ پایا تھا۔ ڈگری حاصل کرنے کے بعد لندن آ کر اس نے مڈل ٹمپل میں داخلہ لیا"۔[18]

فلیش بیک کی تکنیک یہاں خاص طور پر ''سرل'' کی زندگی اور اس کے پس منظر کو واضح کرنے کے لیے استعمال ہوئی ہے۔ موجودہ بیانیے میں جب سرل کا ذکر سامنے آتا ہے تو اس کی موجودہ حالت کو سمجھانے کے لیے فوراً اس کے ماضی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اس دوران اس کے خاندانی حالات، تعلیمی سفر اور سماجی جدوجہد سے متعلق تفصیلات بیان کی جاتی ہیں، جن سے اس کی شخصیت کی تشکیل کے مختلف مراحل واضح ہوتے ہیں۔ بیانیہ حال سے ہٹ کر ماضی میں داخل ہوتا ہے، جہاں سرل کے والد کی غربت، ایک زمیندار کی مدد سے اس کا کیمبرج پہنچنا اور پھر لندن کے مڈل ٹیمپل میں داخلہ لینے جیسے واقعات سامنے آتے ہیں۔ یہ تمام واقعات محض اس کی زندگی کے الگ الگ واقعات نہیں بلکہ اس کی شخصیت اور فکری تشکیل کا بنیادی پس منظر ہیں، جنہیں فلیش بیک کے ذریعے قاری کے سامنے لایا گیا ہے۔ اس تکنیک کی خاص اہمیت یہ ہے کہ سرل کو صرف موجودہ کہانی کے ایک کردار کی حیثیت سے پیش نہیں کیا گیا بلکہ اس کی زندگی کو ایک وسیع تاریخی اور زمانی تسلسل کے ساتھ دکھایا گیا ہے۔ قاری یہ سمجھنے کے قابل ہوتا ہے کہ سرل کی موجودہ

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

Vol.04 No.01 (2026)

شخصیت اس کے ماضی کی محنت، محرومیوں، جدوجہد اور تعلیمی تجربات کا نتیجہ ہے۔ یوں فلیش بیک کردار کے ماضی کو حال سے جوڑ کر اس کی شخصیت کو زیادہ مکمل اور بامعنی بناتا ہے۔ "آگ کا دریا" میں فلیش بیک کی تکنیک وسیع اور تہہ دار انداز میں بھی استعمال ہوئی ہے۔ حال کا بیانیہ مسلسل مختلف تاریخی ادوار میں داخل ہوتا اور پھر دوبارہ موجودہ زمانے کی طرف لوٹتا رہتا ہے۔ سرل کا کلکتہ آنا اور ملازمت اختیار کرنا بظاہر موجودہ واقعے کا حصہ ہے، لیکن اس کے فوراً بعد اس سے متعلق مختلف سابقہ واقعات سامنے آتے ہیں۔ لڑکی سے اس کی ملاقات، اس کے ساتھ سفر کرنا اور والدین کی جانب سے اسے روانہ کیے جانے جیسے واقعات ماضی کے ایک تسلسل کو واضح کرتے ہیں۔ اس طرح زمانی ترتیب ٹوٹتی ہے اور بیانیہ یادداشت اور تجربے کی سطح پر منتقل ہو جاتا ہے۔

"ہمرے بادشاہ کو کمپنی بہادر نے روپے کے لیے تنگ کرر کھا ہے۔

پتا نہیں"

ٹھاکر۔ تم کو معلوم ہے ۔ اب بوڑھے نے زیادہ جوش سے بولنا شروع کیا۔ کمپنی بہادر نے وچن ہمارے بادشاہوں کو دیے اور ایک ایک کر کے سب کو توڑا۔"[19]

موجودہ لمحے میں گفتگو ایک بوڑھے شخص سے شروع ہوتی ہے، جو کمپنی بہادر کے ظلم اور مقامی بادشاہوں کی بے بسی کا ذکر کرتا ہے۔ لیکن اس کی گفتگو زیادہ دیر حال تک محدود نہیں رہتی بلکہ فوراً ماضی کے واقعات کی طرف منتقل ہو جاتی ہے۔ وہ بکسر کی شکست اور اس کے بعد پیدا ہونے والے حالات کو یاد کرتا ہے، جب کمپنی بہادر نے مقامی حکمرانوں سے کیے گئے وعدوں سے انحراف کرتے ہوئے اپنی سیاسی اور فوجی طاقت کو مزید مستحکم کیا۔ اس طرح موجودہ شکایت کی اصل حقیقت واضح کرنے کے لیے ماضی کے تاریخی واقعات کو دوبارہ بیانیے کا حصہ بنایا جاتا ہے۔ یہی فلیش بیک کی بنیادی خصوصیت ہے کہ موجودہ لمحے سے ماضی کی طرف رجوع کیا جائے تاکہ حال کے حالات اور مسائل کی تاریخی بنیاد کو سمجھا جا سکے۔ بوڑھے شخص کی پُرجوش گفتگو اس تاریخی واپسی کو محض ایک خشک تاریخی بیان نہیں رہنے دیتی بلکہ اسے ایک جیتے جاگتے تجربے میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اس کے اندازِ بیان سے قاری کو محسوس ہوتا ہے جیسے گزرے ہوئے واقعات اس کی آنکھوں کے سامنے دوبارہ رونما ہو رہے ہوں۔ یوں تاریخ محض ماضی میں محفوظ معلومات نہیں رہتی بلکہ ایک متحرک، جذباتی اور انسانی تجربے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ مصنفہ نے درختوں، پہاڑوں اور ندی کے شفاف پانی کا ذکر بھی اسی یادداشت کے ذریعے کیا ہے۔ ان مناظر میں ماضی کی ایک رومانوی اور مثالی تصویر ابھرتی ہے۔ بوڑھے کی یادوں میں گزرا ہوا زمانہ صرف تاریخی دور نہیں بلکہ ایک ایسی تہذیبی دنیا بن جاتا ہے جسے وہ موجودہ دور کے مقابلے میں زیادہ خوب صورت اور پُرسکون سمجھتا ہے۔ اس طرح فلیش بیک ماضی کی بازیافت کے ساتھ ساتھ ایک مثالی تہذیبی تصور بھی تشکیل دیتا ہے۔ نیلمبر کا کردار اس تاریخی اور فکری بیانیے میں ایک مختلف ردِعمل کی نمائندگی کرتا ہے۔ وہ بدلتے ہوئے سیاسی حالات، معاشرتی تبدیلیوں اور تہذیبی زوال کو محسوس کرتا ہے۔ اس کا کمیونسٹ رجحان اور بعد میں ملازمت سے بے زاری اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ ماضی اور حال کے درمیان موجود تضاد انسان کے اندر فکری اضطراب اور بے چینی پیدا کرتا ہے۔ یوں ماضی کی یاد صرف تاریخی شعور کو بیدار نہیں کرتی بلکہ موجودہ انسان کے فکری مسائل کو بھی نمایاں کرتی ہے۔ اسی طرح سرل کی خفیہ موت کا ذکر بھی فلیش بیک کے ذریعے بیانیے میں شامل ہوتا ہے۔ موجودہ حالات کے درمیان اس واقعے کی تفصیلات ماضی کی طرف رجوع کرتے ہوئے سامنے آتی ہیں، جس سے سرل کی زندگی اور اس کے انجام کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔ اس طرح ایک گزرے ہوئے واقعے کو بعد میں بیان کر کے مصنفہ نہ صرف تجسس برقرار رکھتی ہیں

بلکہ کردار کی موجودہ صورتِ حال کو اس کے ماضی سے جوڑ دیتی ہیں۔ یوں ''آگ کا دریا'' میں فلیش بیک محض واقعات کو پیچھے لے جانے کی تکنیک نہیں بلکہ تاریخ، تہذیب، سیاست، معاشرت اور انسانی نفسیات کو باہم مربوط کرنے کا ایک اہم فنی وسیلہ ہے۔ ماضی اور حال کے اس مسلسل امتزاج سے یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ تاریخ ختم نہیں ہوتی بلکہ انسانی شعور، یادداشت اور موجودہ حالات میں کسی نہ کسی صورت زندہ رہتی ہے۔

> "وہ دورہ کر کے لوٹا تھا اور بوٹ اتار کر رام کرسی پر لیٹا تھا اسی وقت ہرکارے نے اسے اس کی بدمزاج، مغرور اور خاصی بدصورت بیوی کا خط لا کر دیا تھا جس میں اس نے دارجلنگ کی سوسائٹی کی تازہ خبریں لکھی تھیں اور یہ لکھا تھا کہ ننھا سرل اب بہت شیطان ہو گیا ہے۔ آج اس نے ایک قلی کو اپنی ننھی سی چھڑی سے خوب پیٹا۔ خط پڑھنے کے بعد سرل نے اخباروں کے پلندے کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا کہ یکایک اسے محسوس ہوا کہ وہ مرنے والا ہے۔ اس نے اپنے چوبدار کو آواز دینا چاہی مگر اس کی زبان میں لکنت آ چکی تھی۔ دوسرے لمحے وہ ختم ہو گیا"[20]

یہاں سرل کے سفر سے واپس آنے، اس کی بیوی کے خط، دارجلنگ کی سوسائٹی سے متعلق خبروں اور اس کے بیٹے یا قلی کے ساتھ پیش آنے والے واقعے کو ماضی کے ان مناظر کے طور پر دیکھا جا سکتا ہے جو موجودہ لمحے میں ذہنی طور پر دوبارہ ابھر آتے ہیں۔ خصوصاً بیوی کا خط ماضی کی یادوں کو تازہ کرنے کا ایک محرک بن جاتا ہے، کیونکہ خط کے ذریعے سرل کی زندگی سے متعلق گزرے ہوئے حالات اور واقعات دوبارہ قاری کے سامنے آتے ہیں۔ اس طرح حال کا ایک معمولی سا واقعہ ماضی کی کئی پرتوں کو کھول دیتا ہے۔ سرل کی جسمانی کیفیت کا خراب ہونا اور اس کی زبان میں لکنت پیدا ہونا بیانیے میں ایک اہم ڈرامائی موڑ پیدا کرتا ہے۔ اس کی موجودہ کمزوری اور بے بسی کے پسِ منظر میں اس کی گزشتہ زندگی کی کشمکش اور تجربات بھی نمایاں ہونے لگتے ہیں۔ یوں فلیش بیک محض گزرے ہوئے واقعات کی تفصیل فراہم کرنے تک محدود نہیں رہتا بلکہ کردار کی ذہنی اور جسمانی کیفیت کو بھی زیادہ گہرائی کے ساتھ سامنے لاتا ہے۔ اس طرح ایک مختصر سے منظر میں بھی ماضی اور حال کو باہم مربوط کر دیا جاتا ہے۔

ناول کے اختتام کے قریب فلیش بیک کی تکنیک ایک وسیع تہذیبی شعور کی صورت بھی اختیار کر لیتی ہے۔ سرل کی موت کے بعد ہونے والے ردِ عمل، جلسوں اور اس کے بارے میں لکھے جانے والے مضامین بظاہر موجودہ زمانے کا حصہ ہیں، لیکن کچھ عرصے بعد یہی واقعات خود ماضی کا حصہ بن جاتے ہیں اور ان کی یاد بھی وقت گزرنے کے ساتھ مدھم پڑنے لگتی ہے۔ اس طرح بیانیہ وقت کے گزرنے اور حال کے ماضی میں تبدیل ہونے کے عمل کو نمایاں کرتا ہے۔ اس کے بعد کہانی دوبارہ گزرے ہوئے حالات کی طرف رجوع کرتی ہے، جہاں سرل کے بیٹے اور اس کی بیوی کی زندگی، ان کے رویوں اور عیش و عشرت سے متعلق تفصیلات سامنے آتی ہیں۔ یہ واقعات بھی سرل کی زندگی کے بعد پیدا ہونے والی ماضی کی ایک نئی پرت کو واضح کرتے ہیں۔ اسی طرح نیلمبر اور کمال الدین کی بڑھاپے کی زندگی بھی حال اور ماضی کے درمیان ایک ربط قائم کرتی ہے، کیونکہ وہ اپنے گزرے ہوئے ایام اور سابقہ تجربات کو یاد کرتے ہیں۔ خصوصاً پرانے اور نئے لکھنؤ کا تقابل فلیش بیک کی ایک نمایاں مثال بن جاتا ہے۔ نیلمبر جب پرانے لکھنؤ کو یاد کرتا ہے تو دراصل وہ صرف ایک شہر یا مقام کو یاد نہیں کر رہا ہوتا بلکہ ایک پوری تہذیبی دنیا کو ذہن میں دوبارہ زندہ کر رہا ہوتا ہے۔ اس یاد کے ذریعے مصنفہ ماضی کی تہذیبی رونق، معاشرتی اقدار اور طرزِ زندگی کا موازنہ موجودہ بدلتے ہوئے حالات سے کرتی ہیں۔ یوں یہ محض جغرافیائی یا تاریخی بیان نہیں رہتا بلکہ ایک تہذیبی فلیش بیک کی شکل اختیار کر لیتا ہے، جس میں وقت کے ساتھ شہر، لوگ، اقدار اور معاشرتی رویے تبدیل ہوتے دکھائی دیتے ہیں۔ اس مقام پر شعور کی رو اور فلیش

بیک کی تکنیک بھی ایک دوسرے کے ساتھ چلتی محسوس ہوتی ہیں۔ کرداروں کے ذہن میں پرانی یادیں، احساسات اور تجربات اچانک ابھرتے ہیں، کچھ دیر کے لیے موجودہ شعور پر حاوی رہتے ہیں اور پھر دوبارہ حال کی سطح میں تحلیل ہو جاتے ہیں۔ اس طرح ماضی کسی مستقل الگ حصے کے طور پر نہیں بلکہ کردار کے داخلی شعور کا حصہ بن کر سامنے آتا ہے۔ آخر کار "آگ کا دریا" میں فلیش بیک کا دائرہ صرف شخصی واقعات، کرداروں کی یادوں یا تاریخی واقعات تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس کے ذریعے پوری تہذیب کے عروج و زوال کو بھی پیش کیا گیا ہے۔ ماضی کے مختلف ادوار بار بار حال کے ساتھ جڑتے ہیں اور یہ احساس پیدا ہوتا ہے کہ تہذیبیں، شہر، معاشرتی اقدار اور انسانی رشتے مسلسل تبدیلی کے عمل سے گزرتے ہیں۔ یوں فلیش بیک ناول میں وقت، یادداشت، تاریخ اور تہذیبی شعور کو باہم مربوط کرنے والی ایک بنیادی فنی تکنیک بن جاتا ہے۔

> "ہندوستان میں مسلمان کی سیاسی حیثیت کا مسئلہ بہت ٹیڑھا بنتا جا رہا تھا۔ ہندو، جو سوا سو سال سے انگریزی تعلیم سے روشناس ہو چکا تھا، اپنے گنجلک مابعد الطبیعاتی ذہن اور خالص تجریدی فلسفے کے سے باوجود پریکٹیکل تھا"۔[21]

فلیش بیک کی تکنیک یہاں کسی ایک مخصوص واقعے کی صورت میں براہِ راست سامنے نہیں آتی بلکہ اسے تاریخی اور فکری پس منظر کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ بیانیہ موجودہ مسئلے، یعنی ہندوستان میں مسلمانوں کی سیاسی حیثیت، سے شروع ہوتا ہے، لیکن اس کے فوراً بعد قاری کو ماضی کے ایک طویل تاریخی دور کی طرف لے جایا جاتا ہے۔ اس دور میں ہندو معاشرہ انگریزی تعلیم، نوآبادیاتی اثرات اور بدلتے ہوئے فکری رجحانات کے زیرِ اثر ایک مخصوص سماجی و عملی سانچے میں تشکیل پا رہا تھا۔ حال سے ماضی کی طرف یہ زمانی اور فکری منتقلی فلیش بیک کی ایک اہم صورت ہے، کیونکہ موجودہ صورتِ حال کو سمجھنے کے لیے اس کے تاریخی اسباب اور پس منظر کو دوبارہ سامنے لایا جاتا ہے۔ موجودہ مسئلہ، یعنی مسلمانوں کی سیاسی حیثیت، اپنے مکمل مفہوم کے لیے ماضی میں ہونے والی سماجی، تعلیمی اور فکری تبدیلیوں سے جڑا ہوا ہے۔ چنانچہ مصنفہ حال کے مسئلے کو براہِ راست بیان کرنے کے بجائے اس کی جڑوں تک پہنچتی ہیں اور ماضی کے حالات کو سامنے لاتی ہیں۔ اس طرح فلیش بیک کا بنیادی مقصد، یعنی حال کو ماضی کی روشنی میں سمجھانا، پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔ ناول میں فلیش بیک صرف کسی ایک واقعے کی طرف واپسی تک محدود نہیں رہتا بلکہ پورے تاریخی اور تہذیبی ادوار کو اپنے اندر سمیٹ لیتا ہے۔ وقت یہاں کسی سیدھی لکیر کی صورت میں آگے نہیں بڑھتا بلکہ بیانیہ بار بار ماضی کی طرف رجوع کرتا ہے اور پھر اسی تاریخی پس منظر کی روشنی میں حال کی نئی صورت سامنے آتی ہے۔ اس طرح مختلف زمانے ایک دوسرے کے ساتھ مربوط ہو جاتے ہیں اور کہانی میں زمانی وسعت پیدا ہوتی ہے۔ ناول میں 1997 تک پہنچنا ایک ایسے جدید دور کی نمائندگی کرتا ہے جہاں نئی تعلیم، یونیورسٹیاں، کالج، جدید تہذیب اور بدلتا ہوا طرزِ زندگی نمایاں ہو جاتا ہے۔ لیکن قرۃ العین حیدر کے بیانیے میں موجودہ دور کو ایک الگ اور خود مختار حقیقت کے طور پر پیش نہیں کیا گیا۔ ان کے نزدیک موجودہ حالات کو سمجھنے کے لیے ان تاریخی عوامل کا مطالعہ ضروری ہے جنہوں نے اس معاشرے کی تشکیل کی۔ یہی وجہ ہے کہ بیانیہ بار بار ماضی کی طرف پلٹتا ہے۔ مسلمانوں کی زبوں حالی اور ہندوؤں کی ترقی کو بھی محض موجودہ حالات کے طور پر بیان نہیں کیا گیا بلکہ ان کے اسباب تلاش کرنے کے لیے انگریز دور، ایسٹ انڈیا کمپنی کی پالیسیوں، صنعتی زوال اور نئی فکری تحریکوں کی طرف رجوع کیا گیا ہے۔ اس تاریخی واپسی کے ذریعے حال کے مسائل کو ماضی کے سیاسی، معاشی، تعلیمی اور سماجی حالات سے مربوط کیا جاتا ہے۔ یوں فلیش بیک ایک ایسا ذریعہ بن جاتا ہے جس کے ذریعے موجودہ حقیقت کے پسِ پشت کارفرما تاریخی عوامل نمایاں ہوتے ہیں۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

اس طرح بیانیہ بار بار حال سے ماضی کی طرف منتقل ہوتا ہے اور پھر ماضی کے تجربات اور تاریخی حالات کی روشنی میں حال کی وضاحت کرتا ہے۔ قاری کو صرف واقعات کا سلسلہ ہی نہیں ملتا بلکہ ان کے پیچھے موجود ایک وسیع تاریخی تسلسل بھی سامنے آتا ہے، جس میں تہذیبوں کا عروج و زوال، معاشرتی تبدیلیاں، سیاسی حالات اور فکری تحریکیں باہم مربوط نظر آتی ہیں۔ یوں قرۃ العین حیدر کے ہاں فلیش بیک محض ایک فنی یا تکنیکی حربہ نہیں بلکہ ایک فکری اور تاریخی طریقۂ اظہار بن جاتا ہے۔ اس کے ذریعے ماضی اور حال کے درمیان مضبوط رشتہ قائم کیا جاتا ہے اور یہ تصور ابھرتا ہے کہ موجودہ انسانی، سیاسی اور تہذیبی صورتِ حال کو اس کے تاریخی پس منظر سے الگ کر کے مکمل طور پر نہیں سمجھا جا سکتا۔

"ایک غرور اپنے ماضی پر ایک تاسف اپنے حال پر، ایک امید اپنے مستقبل کے متعلق ان تینوں عناصر سے اس کے ذہن کی تشکیل ہوئی تھی"۔[22]

فلیش بیک کی تکنیک یہاں کسی مخصوص واقعے کی براہِ راست یاد کے طور پر نہیں بلکہ نفسیاتی اور شعوری سطح پر نمایاں ہوتی ہے۔ مصنفہ کردار کے ذہنی تجربے کو تین زمانی جہتوں، یعنی ماضی، حال اور مستقبل، میں تقسیم کرتی ہیں۔ یہی انداز قرۃ العین حیدر کے اسلوب کی ایک نمایاں خصوصیت ہے کہ وہ وقت کو محض تاریخی ترتیب کے طور پر نہیں دیکھتیں بلکہ اسے انسانی شعور اور شخصیت کا بنیادی حصہ بنا دیتی ہیں۔ اس طرح فلیش بیک اپنی ایک گہری اور داخلی صورت اختیار کر لیتا ہے، جہاں بیرونی واقعات کے بجائے کردار کے ذہنی تجربات اور احساسات کے ذریعے ماضی دوبارہ زندہ ہوتا ہے۔ قاری پر یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ انسانی شخصیت صرف موجودہ لمحے کی پیداوار نہیں بلکہ اس میں ماضی کی یادیں، حال کے احساسات اور مستقبل سے وابستہ توقعات و امکانات سب شامل ہوتے ہیں۔ ناول کے آخری اور اہم تاریخی حصے میں ایک مربوط فکری اور زمانی نظام سامنے آتا ہے۔ بیانیہ موجودہ حالات، خصوصاً تقسیمِ ہند اور اس کے بعد رونما ہونے والے واقعات، سے آغاز کرتا ہے، لیکن اس کے فوراً بعد ماضی کی طرف رجوع کیا جاتا ہے۔ اس تاریخی واپسی میں مسلم لیگ، کانگریس، قائدِ اعظم، گاندھی اور مختلف سیاسی تحریکوں سے متعلق تفصیلات سامنے آتی ہیں اور یوں تقسیمِ ہند کا ایک وسیع تاریخی پس منظر تشکیل پاتا ہے۔ یہ فلیش بیک محض ماضی کی یاد دہانی نہیں بلکہ ایک مکمل تاریخی اور فکری تجزیے کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔ تحریکِ آزادی، طلبہ کی سیاسی سرگرمیاں، بغاوت کے محرکات اور بنگال کے قحط جیسے اہم واقعات بھی اسی تاریخی بیانیے کا حصہ بنتے ہیں۔ ان واقعات کے ذریعے مصنفہ واضح کرتی ہیں کہ تقسیمِ ہند اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی سیاسی و سماجی تباہی اچانک رونما نہیں ہوئی بلکہ اس کے پسِ پشت ایک طویل تاریخی، سیاسی اور معاشرتی عمل کارفرما تھا۔ اس تاریخی پس منظر میں ناول کے کردار صرف خاموش تماشائی نہیں رہتے بلکہ فعال فکری کردار کے طور پر سامنے آتے ہیں۔ وہ کبھی تقسیمِ ہند کے حق میں اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہیں اور کبھی اس کے خلاف آواز بلند کرتے ہیں۔ اس طرح فلیش بیک صرف ماضی کے واقعات کو دوبارہ پیش کرنے کا وسیلہ نہیں رہتا بلکہ موجودہ فکری اور سیاسی مباحث کا حصہ بھی بن جاتا ہے۔ تقسیم کے بعد بعض کرداروں کا یورپ جانا اور وہاں طالب علم کی حیثیت سے زندگی گزارنا بھی اس تاریخی سفر کی توسیع کو ظاہر کرتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ کسی ایک مقام یا واقعے پر ختم نہیں ہوتی بلکہ مختلف جغرافیائی اور تہذیبی مراحل سے گزرتے ہوئے آگے بڑھتی رہتی ہے۔ بیرونِ ملک قیام کے دوران بھی کرداروں کے ذہن میں ہندوستان کے ماضی کی یادیں بار بار ابھرتی ہیں، جو فلیش بیک کی صورت اختیار کرتی ہیں۔ خصوصاً گوتم اور چمپا کی ادھوری محبت پورے ناول میں ایک مستقل جذباتی اور زمانی تسلسل کی حیثیت رکھتی ہے۔ ان کا تعلق مختلف ادوار سے گزرنے کے باوجود کرداروں کے شعور میں کسی نہ کسی صورت زندہ رہتا ہے۔ یوں ماضی کا ایک ذاتی تجربہ وقت گزرنے کے باوجود مکمل طور پر ختم نہیں ہوتا بلکہ نئی صورتوں اور یادوں کے ذریعے دوبارہ سامنے آتا رہتا ہے۔ انگلستان میں چمپا اور

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.04 No.01 (2026)

دوسرے کرداروں کا ہندوستان کو یاد کرنا بھی فلیش بیک کی اسی داخلی اور تہذیبی صورت کو واضح کرتا ہے۔ ان کے لیے ہندوستان محض ایک جغرافیائی مقام نہیں رہتا بلکہ یادوں، تجربات، رشتوں اور تہذیبی وابستگیوں کی علامت بن جاتا ہے۔ اس طرح ماضی ان کے شعور میں مسلسل موجود رہتا ہے اور موجودہ زندگی کے احساسات کو متاثر کرتا ہے۔ یوں ''آگ کا دریا'' میں فلیش بیک ایک وسیع نفسیاتی، تاریخی اور تہذیبی تکنیک بن جاتا ہے۔ اس کے ذریعے ماضی صرف واقعات کی صورت میں واپس نہیں آتا بلکہ کرداروں کے شعور، جذبات، سیاسی خیالات اور تہذیبی شناخت میں زندہ رہتا ہے۔ یہی ماضی، حال اور مستقبل کا باہمی امتزاج ناول کے بیانیے کو گہری فکری وسعت اور فنی پیچیدگی عطا کرتا ہے۔

> "چمپا باجی، وہ نوٹنکی تم کو یاد ہے۔ ہم تمھیں کرسمس کے زمانے میں اپنے گاؤں لے گئے تھے اور رات بھر کمبلوں میں بیٹھ کر ہم نے لیلے مجنوں ملاحظہ کیا تھا اور میرے گاؤں کے اداکار ہم کو خوش کرنے کے لیے اپنا سارا آرٹ صرف کیے ڈال رہے تھے۔"[23]

"آگ کا دریا'' میں فلیش بیک محض ماضی کے واقعات کو یاد کرنے کی ایک روایتی تکنیک نہیں بلکہ ناول کے پورے بیانیے کی بنیادی فنی اور فکری ساخت ہے۔ قرۃ العین حیدر نے حال، ماضی اور مستقبل کو اس طرح باہم مربوط کیا ہے کہ ایک زمانہ دوسرے زمانے سے الگ محسوس نہیں ہوتا۔ کبھی کسی کردار کی گفتگو، کبھی کوئی مقام، تاریخی واقعہ، پرانی تصویر، تہذیبی حوالہ یا ذہنی کیفیت ماضی کی طرف جانے کا وسیلہ بنتی ہے۔ فلیش بیک کے ذریعے مصنفہ نے کرداروں کے ماضی، ان کی شخصیت، جذبات، فکری رویوں اور سماجی پس منظر کو واضح کیا ہے۔ ساتھ ہی ہندوستان کی قدیم تہذیبوں سے لے کر مغلیہ دور، برطانوی عہد اور تقسیمِ ہند تک کے تاریخی مراحل کو ایک دوسرے سے جوڑ کر یہ احساس پیدا کیا گیا ہے کہ موجودہ حالات کسی اچانک واقعے کا نتیجہ نہیں بلکہ صدیوں پر محیط تاریخی اور تہذیبی عمل کی پیداوار ہیں۔ اس تکنیک کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی ہے کہ یہاں ماضی صرف تاریخی معلومات کی صورت میں سامنے نہیں آتا بلکہ یاد، شعور اور احساس کے ذریعے دوبارہ زندہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے فلیش بیک اور شعور کی رو کی تکنیکیں ایک دوسرے میں مدغم دکھائی دیتی ہیں۔ کردار جب کسی پرانی یاد میں کھو جاتے ہیں تو ان کے ساتھ قاری بھی ایک زمانے سے دوسرے زمانے میں منتقل ہوتا رہتا ہے۔ یوں زمانی تسلسل ٹوٹنے کے باوجود ناول کا فکری اور تہذیبی ربط برقرار رہتا ہے۔ قرۃ العین حیدر نے فلیش بیک کے ذریعے صرف واقعات کو پیچھے کی طرف نہیں موڑا بلکہ تہذیبوں کے عروج و زوال، انسانی رشتوں، سیاسی تبدیلیوں، اجتماعی یادداشت اور شناخت کے مسئلے کو بھی گہرائی عطا کی ہے۔ گوتم، چمپا، کمال، سرل اور دوسرے کرداروں کی زندگیوں میں ماضی بار بار واپس آتا ہے اور ان کے حال کو معنی فراہم کرتا ہے۔ "آگ کا دریا'' میں فلیش بیک وقت کی واپسی سے بڑھ کر تاریخ، شعور اور تہذیب کے باہمی رشتے کو سمجھنے کا ایک مؤثر وسیلہ ہے۔ ماضی یہاں مردہ اور گزر چکا زمانہ نہیں بلکہ ایک زندہ قوت ہے جو کرداروں کے شعور میں موجود رہ کر حال کو متاثر کرتی ہے۔ یہی فنی خوبی ناول کو روایتی داستان سے بلند کر کے ایک وسیع تاریخی، تہذیبی اور نفسیاتی تجربے میں تبدیل کر دیتی ہے۔

حوالہ جات:

1. منور حسن کمال، ڈاکٹر، فکشن تنقید، تکنیک تفہیم، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، 2020، ص40
2. آصف اقبال، ڈاکٹر، جدید افسانہ تجربے اور امکانات، دہلی، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاوس، 2007، ص34
3. ایک منفرد افسانہ نگار، ممتاز شیریں، ادب لطیف سالنامہ، ۱۹۴۸ء، ص ۶۸۔

CJSSR
ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW

4. سید وقار عظیم، داستان سے افسانے تک، علی گڑھ، ایجوکیشنل بکس ہاؤس، ۱۹۹۴ء، ص120
5. ایک منفرد افسانہ نگار، ممتاز شیریں، ادب لطیف سالنامہ، ۱۹۴۸ء، ص۶۸۔
6. ڈاکٹر ارتضی کریم، مضمون: قرۃ العین حیدر ایک مطالعہ، ڈاکٹر قمر رئیس، ص40۔
7. آگ کا دریا، قرۃ العین حیدر، دہلی، ایجوکیشنل بک ہاؤس،، 2000ء، ص16۔
8. اردو فکشن، مرتبہ آل احمد سرور، علی گڑھ، شعبۂ اردو علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، ۱۹۷۳ء، ص ۲۲۴۔
9. آگ کا دریا، قرۃ العین حیدر، دہلی، ایجوکیشنل بک ہاؤس،، 2000ء، ص29۔
10. آگ کا دریا، قرۃ العین حیدر، دہلی، ایجوکیشنل بک ہاؤس،، 2000ء، ص30۔
11. آگ کا دریا، قرۃ العین حیدر، دہلی، ایجوکیشنل بک ہاؤس،، 2000ء، ص35۔
12. آگ کا دریا، قرۃ العین حیدر، ایجوکیشنل بک ہاؤس، دہلی، 2000ء، ص43۔
13. آگ کا دریا، قرۃ العین حیدر، دہلی، ایجوکیشنل بک ہاؤس،، 2000ء، ص84۔
14. آگ کا دریا، قرۃ العین حیدر، دہلی، ایجوکیشنل بک ہاؤس،، 2000ء، ص106۔
15. آگ کا دریا، قرۃ العین حیدر، دہلی، ایجوکیشنل بک ہاؤس،، 2000ء، ص122۔
16. آگ کا دریا، قرۃ العین حیدر، دہلی، ایجوکیشنل بک ہاؤس،، 2000ء، ص126۔
17. آگ کا دریا، قرۃ العین حیدر، دہلی، ایجوکیشنل بک ہاؤس،، 2000ء، ص135۔
18. آگ کا دریا، قرۃ العین حیدر، دہلی، ایجوکیشنل بک ہاؤس،، 2000ء، ص168۔
19. آگ کا دریا، قرۃ العین حیدر، دہلی، ایجوکیشنل بک ہاؤس،، 2000ء، ص218۔
20. آگ کا دریا، قرۃ العین حیدر، دہلی، ایجوکیشنل بک ہاؤس،، 2000ء، ص220۔
21. آگ کا دریا، قرۃ العین حیدر، دہلی، ایجوکیشنل بک ہاؤس،، 2000ء، ص309۔
22. آگ کا دریا، قرۃ العین حیدر، دہلی، ایجوکیشنل بک ہاؤس،، 2000ء، ص312۔
23. آگ کا دریا، قرۃ العین حیدر، دہلی، ایجوکیشنل بک ہاؤس،، 2000ء، ص450۔